Hazara Islamicus, Vol.:11, Issue: 01,Jan-june 2022
PP: 01-17

OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

رہن کا فقہی تصور،اور اسلامی بینکوں میں اس کی تطبیق

Jurisprudential concept of mortgage, and its application in Islamic banks

Dr. Shafqat Ullah khan
Lecturer of Islamic Studies
Gov. Post Graduate College Bannu k.p.k
Shafqatbanvi@yahoo.com

Dr. Khalil Ur Rehman
Chairperson, Department of Islamic Studies,
University of Loralai, Baluchistan.
khalilurrehman@uoli.edu.pk

ABSTRACT:

Islamic banking system has gained good image and popularity since the last two decades and drew the attention amongst all banking and finance sector industry around the world and selected as a solution for the current economic problems, because every other system has failed in the solution of world's financial problems in the previous few decades. There are many new products being introduced as an alternative to conventional ones. For example, Murabaha, ijara, Tawarruq, Diminishing Musharka etc. These products must need safety and securitization. For this purpose, Islamic banks use mortgage.

Mortgage is basically a contract of verification. Creditor can save his loan by mortgage.Purpose of mortgage is to use one person's property or other thing (which could be as a mortgage according to sharia) as an accountable for loan. It can be house, land and building etc.

Some people buy the home for this purpose to use as a mortgage, then they get loan.

There are some terms which use in mortgage, for example, mortgagor which is use for debtor and this is the owner of the property. While mortgagee is called creditor, and this is the owner of the loan. During the mortgage, transaction the mortgagor receives the money and assures to pay the loan. The mortgagee will receive his loan back with interest. If the loan is not paid by debtor on time, the mortgage will be sold in place of the loan.

Mortgage has some types; for example, simple mortgage, English mortgage, reverse mortgage, usufructuary mortgage.

Anyhow, this paper describes the meaning of mortgage, its background and conditions of mortgagor, conditions of mortgage and conditions of debt etc. It has been proved by the Holy Quran, Sunnah and Ijma, also discussed very clearly. Its commandments. simple mortgage or floating charge is also discussed in this paper. This paper describes the impact of mortgage on economy in the end. At the end of this paper, and application of mortgage in Islamic banking is also described.

Key words: *mortgage, creditor, debtor, loan, Islamic banks, etc.*

عصرِ حاضر میں خیانت ، دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی جیسی خرابیاں معاشرے کا حصہ بن چکی ہیں جن کا نتیجہ اور نقصان یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کسی کے ساتھ احسان کرکے اس کو قرض دے دیں یا کاروباری معاملات میں ادھار لین دین کرکے کسی کے ذمے آپ کا حق ثابت ہو جائے تو مقروض سے اپنا قرض یا حق وصول کرنا نہ صرف مشکل ہوتا ہے ، بلکہ بسا اوقات اپنے حق کی وصولی کے لیے لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، دوسری طرف قرض اور ادھار کے معاملات کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسو جہ سے اس بات کی ضرورت تھی کہ قرض اور ادھار کے معاملات کو حفاظت اور مضبوطی فراہم کیا جائے تاکہ ادارے یا لوگ بلاخوف وخطر مذکورہ معاملات سرانجام دیتے رہیں، اور معاشرے میں معیشت کی ضرورت بھی پوری ہوتی رہے۔

قرآن کریم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمیں اس پریشانی کا حل "فرِھٰن مقبوضۃ" یعنی رھن یا گروی کی صورت میں دیا ہے۔ جس کے ذریعے قرض خواہ اپنے قرض اور اپنے دَین کی وصولی کو مضبوط کر سکتا ہے۔

رہن کا تعارف:

رہن کے لغوی معنی: حبس یعنی روک رکھنا۔

اصطلاحی معنی: کسی حق کی وجہ سے کسی شیئ کو روک رکھنا جس کے ذریعے اس حق کو وصول کرنا ممکن ہو، "رہن " کہلاتا ہے۔ اور انگریزی میں اس کو "Mortgage " کہا جاہے۔

اثرات اور نتائج کے اعتبار سے عقود (Contracts) کو درج ذیل سات قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ تملیکات، ۲۔ اسقاطات ۳۔ اطلاقات ۴۔ تقییدات ۵۔ توثیقات ۶۔ شرکات ۷۔ حفظ 1

رہن کا تعلق مذکورہ عقود میں "عقودِ توثیقات" سے ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ان عقود کا مقصد صرف اور صرف دیون اور حقوق کو مضبوط کرنا ہوتا ہے۔

آج کل کے اسلامی بینکوں میں فائنانسنگ کے مختلف طریقے استعمال ہو رہے ہیں جن میں کثیر الاستعمال "مرابحہ فائنانسنگ" ہے ۔ مرابحہ بنیادی طور پر ایک "عقد بیع" ہے لیکن اسلامی بینک اس کو طریقہ ءِ تمویل (As a mode of Finance) کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلامی بینک براہ راست اپنے کلائنٹ کو قرض نہیں دیتا بلکہ کوئی چیز خرید کر اس پر مناسب منافع رکھ کر کلائنٹ کو ادھار بیچ دیتا ہے جس کے نتیجے میں بینک اور کلائنٹ کے درمیان ادھار کا معاملہ وجود میں آجاتا ہے۔ جس میں خیانت، عدمِ ادائیگی اور بروقت ادائیگی نہ کرنے کے مسائل پیدا ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے اسلامی بینک خسارے کا شکار ہو جاتا ہے اور بالواسطہ ہزاروں لوگ جو اس بینک کے اکاؤنٹ ہولڈر ز ہوتے ہیں، ان کو بھی اس نقصان کی تپش اور حرارت پہنچتی ہے۔

اب اس نقصان سے بچنے کے لیے قرآنی نسخہ پر عمل کرتے ہوئے اسلامی بینکوں میں رھن کی تطبیق پر غور وخوض شروع ہوا، اور یوں اسلامی اسکالرز اور مفتیانِ کرام نے اس کے لیے طریقہ ءِ کار وضع کیا، جو بنیادی طور پر اس مقالے کے اندر یہی وضاحت کی گئی ہے کہ رہن کا فقہی اور شرعی تصور کیا ہے؟ اس کے اصول اور شرائط کیا ہیں؟ نیز اسلامی بینکوں میں اس کی تطبیق کی کیا صورت ہے؟ نیز معیشت پر اس کے کیا اثرات مرتب ہونگے؟۔

پس منظر:

فقہاء نے رہن کے حوالے سے بہت کچھ لکھا ہے، جو رہن کے لغوی، اصطلاحی معنی سے لیکر اس کی شرائط اور احکام تک تمام مباحث کو شامل ہے۔ جس میں بدائع الصنائع، ردالمحتار، البحر الرائق، قاموس الفقہ، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ البتہ قدیم لیٹریچر کے اندر دورِ جدید کے اسلامی بینکوں سے متعلق بحث نہیں ہوتی، کیونکہ اس وقت یہ بینکس موجود نہیں تھے۔ البتہ دورِ جدید کے اسلامی اسکالرز اور مفتیان کرام نے اسلامک بینکنگ سسٹم کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا، اس کے اندر ہونے والے تمام معاملات پر غور وخوض کیا گیا، اور ان کو کیا کیا مشکلات درپیش ہیں؟ ان کو بھی حل کرنے کی کافی حد تک کوششیں کی گئیں۔

اسلامی بینکوں میں چونکہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بینک اور کلائنٹ کے درمیان ادھار کا معاملہ وجود میں آتا ہے جس کو تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ ادھار معاملات عام طور پر غیر محفوظ ہوتے ہیں، اور ان میں کسی ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہوتا ہے۔ یہی خوف اسلامی بینکوں کو بھی دامن گیر تھا کہ کہیں کلائنٹ ڈیفالٹ نہ کر جائے، فراڈ وغیرہ نہ کرلے، مختلف قسم کے مسائل پیدا ہونے کے امکانات تھے بلکہ مسائل پیدا ہو بھی چکے تھے۔ اس واسطے اسلامی اسکالرز اور مفتیانِ کرام کو اسلامی بینکوں کو درپیش ہونے والے ممکنہ نقصان کا احساس ہوا، اور یوں "رھن" کے ذریعے بینکوں کے اندر ہونے والے ادھار معاملات کو حفاظت کا لبادہ اوڑھایا۔

نصوصِ شرعیہ سے رہن کا ثبوت:

رہن کا ثبوت قرآن کریم سے: اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھٰن مقبوضۃ" 2

ترجمہ: اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز بطور رہن قبضہ میں دے دو۔

رہن کا ثبوت حدیث سے: رہن حدیث سے بھی ثابت ہے خود آپ ﷺ نے یہودی سے کھانا خریدا اور اپنی زرہ بطور رہن آپ کے پاس رکھی۔3

رہن کا ثبوت اجماع سے: تمام فقہاء کا رہن کے جواز پر اجماع و اتفاق ہے۔4

رہن کے ارکان: رہن کا رکن "ایجاب و قبول" ہے۔ یعنی جس شخص پر دین باقی ہو وہ دین کی پیش کش کرے اور دوسرا شخص قبول کرلے۔5

رہن کی شرطیں: رہن کے درست ہونے کے لیے جو شرطیں ہیں وہ چار طرح کی ہیں:

اول: خود رہن سے متعلق

دوم: رہن رکھنے والے اور اس شخص سے متعلق جس کے پاس رہن رکھا جائے۔

سوم: وہ شرطیں جو خود رہن رکھی جانے والی چیز یعنی مالی مرہون سے متعلق ہو۔

چہارم: وہ دین جسکے مقابلہ میں رہن رکھا جاتا ہے یعنی "مرہون بہ" سے متعلق شرطیں۔ فقہاء کے یہاں رہن رکھنے والا "راہن" اور جس کے پاس رہن رکھا جائے اسے مرتھن کہتے ہیں، جو چیز رہن رکھی جائے اسے شئ "مرھونہ" کہتے ہیں۔

ایجاب و قبول کا صیغہ: خود رہن یعنی ایجاب و قبول کے صیغوں میں ضروری ہے کہ اس کو کسی شرط سے مشروط نہ کیا جائے اور نہ زمانہ مستقبل میں رہن کا ایجاب و قبول ہو۔ لایکون معلقاً بشرط ولا مضافاً الی وقت۔6

شرط سے ایسی شرط مراد ہے جو معاملہ رہن کے تقاضوں کے خلاف ہو، مثلاً یہ کہ مال مرہون کی قیمت سے صاحبِ دین کو اپنا دین وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا، یا یہ کہ اتنی مدت تک ہی مال رہن صاحبِ دین کے پاس رہےگا وغیرہ۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رہن اس قسم کی شرطوں سے باطل ہو جائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شرط غیر معتبر ہوگی لیکن خود رہن درست ہوگا اور امام احمدؒ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں۔7 یہی رائے فقہائے مالکیہ کی بھی ہے۔8

فریقین سے متعلق شرط: رہن کے معاملہ میں فریقین سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ صاحبِ عقل ہو، چنانچہ پاگل اور کم عمر بچہ جسے ابھی عقل نہ آئی ہو، رہن کا معاملہ نہیں کرسکتا، البتہ بالغ ہونا ضروری نہیں، بالغ مگر صاحبِ عقل رہن کا معاملہ کرسکتا ہے بنیادی طور پر فقہاء نے اس معاملہ کو وہی درجہ دیا ہے جو خرید و فروخت کا ہے۔9 امام شافعیؒ کے نزدیک نابالغ کی طرف سے معاملہ رہن صحیح نہیں۔10

یہ ضروری نہیں کہ رہن کا معاملہ کرنے والے سفر کی حالت میں ہوں، قرآن مجید میں گو رہن کے ساتھ سفر کی قید مذکور ہے مگر اس کی حیثیت محض اتفاقی ہے، سفر کے علاوہ بھی اس کا جواز ہے جیسا کہ خود آپ ﷺ سے مدینہ منورہ میں یہودی کے پاس رہن رکھنا ثابت ہے جو یقیناً غیر سفر کی حالت ہے۔11

مالِ رہن سے متعلق شرط: جس مال کو رہن کے طور پر رکھا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسی چیز ہو جس کی خرید وفروخت درست ہے۔ حنفیہؒ کے یہاں مال مرھون کے سلسلہ میں یہ بنیادی اصول ہے "مایجوز بیعہ یجوز رھنہ ومالا یجوز بیعہ لایجوز

رھنہ "12

ترجمہ: وہ چیز جس کی خرید وفروخت درست ہواس کو رہن کے طور پر رکھنا، رکھوانا بھی درست ہے اور جس چیز کی خرید وفروخت درست نہ ہواس کو رہن کے طور پر رکھنااور رکھوانا بھی درست نہیں۔

1 چنانچہ ایسی چیزیں جو موجود نہ ہوں یا جن کے وجود وعدم دونوں کااحتمال ہو، ان کو رہن رکھنادرست نہیں۔ مثلاً یہ کہ کوئی کہے کہ "اس سال ہونے والی کھجور کی پیداوار کو رہن رکھتاہوں" صحیح نہیں۔ اسی طرح ایسی چیزیں جن کو شریعت مال تسلیم نہیں کرتی، جیسے مرداراور خون وغیرہ، ان کو بھی رہن نہیں رکھاجاسکتا، اور اگر معاملہ کے دونوں فریق مسلمان ہوں توشراب اور خنزیر کا بھی یہی حکم ہے۔13 البتہ یہ ضروری نہیں کہ مال مرہون راہن کی ملکیت بھی ہو، بحیثیت ولی اپنے بچے کامال بھی رہن رکھ سکتاہے، عاریت پر لی ہوئی چیزیں بھی رہن رکھی جاسکتی ہیں، البتہ جس سے وہ چیز لی ہے اس کو بتادے کہ وہ اس سامان کو رہن رکھے گا۔14

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ مال مرہون منقسم اور دوسروں کی ملکیت سے فارغ اور علیحدہ وممتاز ہو۔15 یعنی مشترک نہ ہو، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "مشاع" کہاجاتاہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایسی مشاع چیز کو بھی رہن رکھنادرست ہوگا، جو وہ قابلِ تقسیم ہو۔16

دینِ مرہون سے متعلق شرطیں: رہن دراصل وثوق واعتماد کاایک ذریعہ ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ دوسرے شخص کے یہاں اس کاجو دین باقی ہے وہ ڈوبنے نہ پائے اور اگر مدیون نادہندہ ہونے کاثبوت دے تومال مرہون کوفروخت کرکے اس کے ذریعے پورادین وصول کرلیاجائے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے اس چیز کے لیے جس کے بدلے رہن کامعاملہ ہواہو، کچھ شرطیں لگائی ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مضمون ہو یعنی اس کامثل یااس کی قیمت اداکرنی واجب ہواس کی تفصیل یہ ہے کہ راہن کے ذمہ یاتودَین باقی ہو جیسے قرض، سامان کی قیمت، مہر، سامان مغصوب کی قیمت وغیرہ، تودَین جس قسم کا بھی ہواس کے بدلے رہن رکھاجاسکتاہے یاجو چیز باقی ہے، وہ "عین" کے قبیل سے ہوگی جیسے امین کے پاس سامانِ امانت، عاریت لینےوالے کے پاس سامانِ عاریت، کرایہ پر دیاہواسامان، مضاربت اور شرکت کامال وغیرہ، یہ عین تین طرح کے ہیں؛ ایک وہ جن کاکوئی ضمان واجب نہیں ہوتا جیسے امانت جو امین کے قبضے میں ہو۔ دوسرے وہ جن کے ضائع ہونے کی وجہ سے اصل میں توضمان واجب نہ ہو لیکن وہ قابلِ ضمانت صورت سے مماثلت رکھتی ہو جیسے فروخت کیاہواسامان جو ابھی بیچنے والے ہی کے قبضے میں ہو، تیسرے جس کاضمان واجب ہو جیسے مال مغصوب، مہر یابدل خلع کے طور پر بدلہ والا سامان وغیرہ۔ رہن اس تیسری قسم کے عین کے بدلے رکھاجاسکتاہے۔17

غرض رہن ایسے حق کو حاصل کرنے کے لیے رکھاجاسکتاہے جو بہر طور واجب ہوتاہواور قابل ضمان ہو۔ اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ اگر ابھی دَین باقی نہ ہو لیکن قرض کاوعدہ کیاجائے توکیاقرض دینے سے پہلے مستقبل کے قرض دہندہ کے پاس کسی سامان کارہن رکھناجائز ہوگا؟ حالانکہ ابھی دَین کاوجود نہیں ہے، قیاس کاتقاضہ ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو لیکن لوگوں کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے فقہاء حنفیہؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔18

یہی رائے فقہائے مالکیہ کی بھی ہے۔19 دوسرے فقہاء "دَین" سے پہلے رہن کا معاملہ کرنے کو جائز نہیں کہتے۔20

جس حق کے مقابلہ میں رہن رکھا جائے اس کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مال مرہون سے اس کو وصول کیا جانا ممکن ہو، ایسے حقوق جن کی وصولی مال مرہون سے ممکن نہ ہو، ان میں رہن کا معاملہ درست نہیں جیسے جان یا کسی عضو کا قصاص، حق شفعہ یہ ایسے حقوق ہیں کہ اگر ان کی طمانینت کے لیے قصاص اور شفعہ کا حق دار دوسرے فریق سے کوئی مال بطور رہن رکھوالے تب بھی وہ اس مال سے قصاص یا شفعہ کا حق حاصل نہیں کر سکتا۔21

اس حکم میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ مغنّیہ (گانا گانے والی) کی اجرت کو مال مرہون بنایا جائے۔22

رہن پر قبضہ کرنا: رہن کے لازم ہونے کے لیے مال مرہون پر قبضہ ضروری ہے، القبض شرط اللزوم۔23

اگر غیر منقول اشیاء ہو تب تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ موانع قبضہ کا ہٹادینا بجائے خود قبضہ متصور ہوگا اور حنفیّہ کے نزدیک اتنی سی بات قبضہ کے لیے کافی ہوگی، امام ابویوسفؒ کے نزدیک منقول اشیاء جب تک مقام قبضہ سے منتقل نہ کی جائیں، قبضہ متحقق نہیں ہوگا، فتوی پہلے قول پر ہے۔24

رہن پر قبضہ کے درست ہونے کی شرط ہے کہ وہ راہن کی اجازت سے ہو، چاہے صراحةً قبضہ کی اجازت دے دے یا دلالةً جیسے راہن کے سامنے ہی مرتھن مال مرہون پر قبضہ کر لے اور راہن خاموشی اختیار کر لے۔25

یہ بھی شرط ہے کہ مال مرہون پر مسلسل مرتہن کا قبضہ قائم رہے، اگر مرتھن نے مال مرہون راہن کے حوالہ کر دیا تو اب رہن کا معاملہ ختم ہو گیا اور وہ راہن کو مال مرہون کی واپسی پر مجبور نہیں کر سکتا۔26

یہ بات بھی درست ہے کہ راہن یا مرتھن دونوں باہمی رضامندی سے کسی تیسرے معتمد عدل شخص کو متعین کرے کہ اس کے پاس مال مرہون رکھا جائے ایسی صورت میں مال مرہون اس شخص کے پاس رہے گا، نہ راہن کو اس سے لینے کا حق ہوگا اور نہ مرتھن کو۔ اگر مال ضائع ہو گیا تو مرتھن کے زیر قبضہ ضائع شدہ سمجھا جائے گا، اگر راہن نے دَین کی مدت پوری ہونے پر مال مرہون بیچ کر قیمت ادا کرنے کی اجازت دی ہو اور رہن کا معاملہ ہونے کے وقت وکیل اس کا اہل بھی ہو تو مدت پوری ہونے پر وہ تیسرا شخص سامان بیچ کر مرتھن کا حق ادا کر سکتا ہے۔27

رہن پر قبضہ کے لزوم کی مناسبت سے رہن کی ایک جدید صورت جو "رہن سائل" کے نام معروف ہے، کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

رہن کی جدید صورت (رہن سائل)

اسلامی ممالک کے بہت سے قوانین میں رہن کی ایک اور صورت بھی ملتی ہے، جس میں مرتھن شئ مرھون پر قبضہ نہیں کرتا، بلکہ وہ چیز راہن کے پاس ہی رہتی ہے۔

لیکن راہن مدیون جب اداء دَین سے قاصر رہے تو پھر مرتھن دائن راہن سے مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ شئ مرہون کو بیچ کر دَین ادا کرے، اس قسم کے رہن کو کبھی "الرہن الساذج" (Simple Mortgage) سادہ رھن کہا جاتا ہے اور کبھی "الذمۃ السائلہ" (Floating Charge) کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور مدیون اپنی گاڑی دائن کے پاس بطور رہن رکھوادے، لیکن گاڑی

بدستور مدیون راہن کے قبضے میں رہے،اور اس کو اپنی ضروریات میں استعمال بھی کرتا رہے، لیکن جب تک وہ راہن مرتھن دائن کا دَین ادا نہیں کرے گا اسوقت تک وہ اس گاڑی کو آگے فروخت نہیں کر سکتا،اور اگر وہ راہن مرتھن کا دَین ادا کرنے سے قاصر ہو جائے تو پھر مرتھن کو اس چیز کے بیچنے کا حق بھی حاصل ہو جائے گا۔اور اس بیچنے کے حق کو "الذمۃ السائلہ" (Floating Charge) کہا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کا رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقہی اعتبار سے اس کے جواز میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر فقہاء نے رہن کے صحیح اور پورا ہونے کے لیے یہ شرط لگائی ہے، کہ مرتھن اس شئ مرہون پر قبضہ کرے اور اس شرط کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے "فرھٰن مقبوضۃ" جبکہ رہن کی مذکورہ صورت میں مرتھن شئ مرہون پر قبضہ نہیں کرتا،اس لیے یہ رہن درست نہیں ہونا چاہئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے اگرچہ شئ مرہون پر مرتہن کے قبضے کی شرط لگائی ہے تاہم اس کے ساتھ اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ راہن اس چیز کو بطورِ عاریت کے اس سے واپس لے سکتا ہے اور اس سے راہن منتفع ہو سکتا ہے،اور اس عاریت کی وجہ سے یہ رہن فاسد نہ ہوگا۔بلکہ مرتہن کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب چاہے شئ مرہون واپس راہن سے طلب کرے اور اگر وہ چیز راہن کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو اسی کی چیز ہلاک ہو جائے گی اور مرتہن کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ دَین کی ادائیگی کی مدت گزرنے کے بعد اس چیز کو بیچ کر اپنا دَین وصول کر لے ،اور اگر راہن مفلس ہو جائے یا اس کا انتقال ہو جائے تو بھی شئ میں دَین کی حد تک مرتہن کا حق ہوگا،دوسرے مدیون اس چیز میں شریک نہیں ہونگے، لیکن مذکورہ صورت اس وقت ہے جب عقدِ رہن ایک مرتبہ مرتھن کے قبضہ کے بعد مکمل ہو چکا ہو اور پھر مرتہن نے راہن کو وہ چیز عاریت پر دے دی ہو۔لیکن اگر مرتہن نے اس چیز پر سرے سے قبضہ ہی نہیں کیا تھا تو کیا اس صورت میں عاریت کا حکم درست ہوگا یا نہیں؟فقہاء کی عبارات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عاریت کا حکم لگانا درست نہیں ،اس لیے کہ رہن کی صحت کے لیے قبضہ شرط ہے اور یہاں قبضہ نہیں پایا گیا لیکن یہاں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔۔"رہنِ سائل" میں اگرچہ مرتہن شئ مرہون پر قبضہ تو نہیں کرتا لیکن عام حالات میں وہ اس چیز کی ملکیتی دستاویزات پر قبضہ تو نہیں کرتا لیکن عام حالات میں وہ اس چیز کی ملکیتی دستاویزات پر قبضہ کر لیتا ہے۔اس لیے اس بات کا احتمال ہے کہ صرف ان دستاویزات پر قبضہ کرنے سے رہن تام ہو جائے گا اور پھر وہ چیز بطور عاریت کے راہن کے قبضے میں رہے گی۔

۲۔۔رہن پر مرتہن کے قبضہ کو شرط قرار دینے کی علت یہ ہے کہ مرتھن ضرورت کے وقت اس چیز کو اپنا دَین وصول کر لے اور مذکورہ "رہن سائل" میں قانوناً ایگریمنٹ میں مذکور شرائط کی بنیاد پر مرتھن کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اس کو بیچ کر اپنا دَین وصول کر لے۔لہٰذا یہ بات محتمل ہے کہ رہن کی مذکورہ صورت میں حسی قبضہ شرط قرار نہ دیا جائے اس لیے کہ قبضہ کا مقصود حاصل ہے۔

۳۔۔رہن کا مقصد دَین کی توثیق ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ دائن مدیون کی ملک کو اپنے قبضہ میں لے لے ،اور اس کو اس کے اندر تصرف کرنے سے روک دے جب تک کہ دَین وصول نہ ہو جائے، لیکن اگر دائن خود اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس سے کم پر راضی ہو جائے اس طرح کہ عین مرہون راہن کے قبضہ میں رہنے دے اور مرتہن کو صرف اس شئ مرہون کے ذریعہ اپنا دَین وصول کرنے کا حق باقی رہ جائے تو بظاہر شرعاً اس میں کوئی

رکاوٹ نظر نہیں آتی۔

۴۔۔"رہن سائل" میں فریقین (راہن مرتہن) کو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے، راہن کو جو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے وہ تو ظاہر ہے کہ اس کو اپنی چیز کے انتفاع سے محروم نہیں ہونا پڑے گا اور مرتہن کو یہ مصلحت اور فائدہ ہے کہ کسی ضمان کے لزوم کے بغیر اس کے پاس اپنا دَین وصول کرنے کا حق محفوظ ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ رہن کی مذکورہ صورت میں اگر راہن مفلس ہو جائے تو دوسرے غرماء کو ضرر اور نقصان پہنچے گا۔ اس لیے کہ مرتہن دوسرے غرماء کے مقابلے میں اس چیز کا زیادہ حقدار ہو گا لیکن دوسرے غرماء کو پہنچنے والا یہ ضرر نہ تو اس وقت شرعاً معتبر ہے، جب رہن پر مرتہن کا قبضہ ہو اور نہ اس وقت معتبر ہے جب مرتہن نے رہن پر قبضہ کرنے کے بعد راہن کو بطور عاریت دیدیا ہو۔ معلوم ہوا کہ اس ضرر سے رہن فاسد نہیں ہوتا۔

۵۔۔موجودہ دور کی عالمی سطح پر تجارت میں جبکہ بائع ایک شہر میں مقیم ہو اور مشتری دوسرے شہر میں، اس وقت شئے مرہون پر قبضہ کرنا متعذر ہو جاتا ہے، اس لیے کہ شئے مرہون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں بڑے اخراجات ہوتے ہیں، ایسی صورت میں دَین کی توثیق کی "رہنِ سائل" کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔28

رہن کے احکام: رہن کا معاملہ ہو جائے اور مالِ مرہون پر مرتہن قبضہ کرلے اس کے نتیجے میں جو احکام وآثار مرتب ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔۔مرتہن کو حق ہوتا ہے کہ وہ دَین کی مدت مقررہ کے پورا ہونے یا دَین کے وصول ہونے تک مال مرہون پر قبضہ قائم رکھے۔29

۲۔۔مرتہن کو یہ حق ہوتا ہے کہ مقررہ مدت کی تکمیل پر وہ اس کے ذریعہ اپنا حق وصول کرلے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدت مکمل ہونے پر مرتہن راہن سے دین کا مطالبہ کرے گا، اگر ادا نہ کرے اور معاملہ طے کرتے وقت راہن نے اس کو مال مرہون کے بیچنے کا اختیار دے دیا تھا تو خود اس کو فروخت کرکے حق وصول کرے گا ورنہ قاضی سے رجوع کرے گا اور قاضی اسے مجبور کرے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ راہن کو قید کرلے گا اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک خود ہی فروخت کردے گا۔30

۳۔۔مرتہن پر واجب ہو گا کہ دین ادا ہونے کے بعد راہن کو مال مرہون واپس کردے۔

۴۔۔مال مرہون کی حفاظت مرتہن کے ذمہ ہو گی، چنانچہ حفاظت سے متعلق اخراجات مرتہن کو ادا کرنے ہوں گے۔31

۵۔۔وہ چیزیں جو مال مرہون کے بقا سے متعلق ہیں جیسے جانور کا چارا، باغ کی سیرابی اگر مال مرہون کی سکونت کے لیے جگہ مطلوب ہو تو اس کا کرایہ، ان سب کی ذمہ داری راہن پر ہو گی۔32

۶۔۔مال مرہون راہن کی ملکیت ہوتی ہے، لیکن مرتھن کی اجازت کے بغیر وہ اس سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ سواری ہے تو اس پر سوار نہیں ہو سکتا، مکان ہے تو اس میں رہائش نہیں کر سکتا، کپڑے ہیں تو اس کو پہن نہیں سکتا۔33

۷۔۔اسی طرح خود مرتہن کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ مال مرہون سے فائدہ اٹھائے۔34

سوال یہ ہے کہ اگر راہن نے خود مرتہن کو اجازت دے دی کہ وہ مال مرہون سے استفادہ کر سکتا ہے تو ایسی صورت

میں مرتہن کے لیے اس سے نفع اٹھایا جانا جائز ہوگا یا نہیں؟

حنفیہؒ کے یہاں اس سلسلہ میں تین طرح کے اقوال موجود ہیں ،ایک جائز ہونے ،دوسرا مطلقاً ناجائز ہونے کا، کیونکہ یہ دَین پر نفع حاصل کرنا ہے، جو سود ہے تیسرے یہ کہ اگر معاملہ کے وقت نفع کی شرط لگادی گئی تھی تب تو ناجائز ہے اور اگر شرط نہ لگائی ہو تو جائز ہے،اس سلسلہ میں علامہ شامیؒ نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور محسوس یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کو مطلق ناجائز سمجھتے ہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ نے اس سلسلہ میں اپنی بحث کو اس فقرہ پر ختم کیا ہے"**والغالب من احوال الناس انهم يريدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لمااعطاه الدراهم وهذابمنزلة الشرط،لأن المعروف كالمشروط وهو ممايعين المنع۔"**

ترجمہ: "عام طور پر لوگ قرض دے کر نفع اٹھانے کی نیت رکھتے ہیں ،اگر یہ نیت نہ ہو تو وہ درہم ہی نہ دیں ،لہذا یہ نفع بدرجہء شرط کے ہے کیونکہ جو چیز معروف و مروج ہو وہ شرط کے حکم میں ہوتی ہے اور یہ وہ پہلو ہے جو اجازت کے باوجود مال رہن سے انتفاع کے ناجائز ہونے کو متعین کرتا ہے"۔35

حقیقت یہ ہے کہ مال مرہون سے مرتہن کو استفادہ کی اجازت دی جائے تو اس سے سود کا دروازہ کھل جانے کا قوی اندیشہ ہے ،اس لیے آج کل مکان اور زمین رہن رکھ کر مرتہن کو جس طریقے سے رہائش اور زراعت کی اجازت دی دی جاتی ہے وہ جائز نہیں۔

حنابلہ کے نزدیک اگر جانور کو رہن کے طور پر رکھا جائے تو اس بات کی گنجائش ہے کہ مرتہن اس پر سواری کرے یا اس کا دودھ استعمال کرے اور اسکے عوض اس کے چارہ کی ذمہ داری قبول کرے،وہ اس سلسلہ میں بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں۔36

لیکن جن اشیاء کی بقاء کے لیے اخراجات کی ضرورت نہ ہو جیسے مکان اور دوسرے سامان ،ان سے مرتہن کے لیے نفع اٹھانا ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔37

۸۔۔مال مرہون میں راہن کو تصرف کا حق حاصل نہیں ، لیکن اگر وہ اس میں تصرف کر ہی دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ جو تصرفات فسخ کیے جاسکتے ہوں جیسے مال مرہون کی فروخت،اجارہ،ہبہ، صدقہ ،اقرار وغیرہ وہ مرتہن کی اجازت پر موقوف رہیں گے،اگر مرتہن نے اجازت دے دی تو نافذ ہونگے اور مال مرہون کی جگہ اس کی قیمت مرتہن کے پاس بطور رہن رہے گی۔38

اسی طرح مرتہن بھی کوئی تصرف مال مرہون پر کرے تو راہن کی اجازت پر موقوف ہوگا۔39

۹۔۔اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ضائع ہوجائے اور اس میں اس کی کوتاہی اور تعدی کو کوئی دخل نہ ہو تو فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک مال مرہون اور دَین واجب الاداء میں جس کی قیمت کم ہو، مرتھن اس کا ذمہ دار ہوگا مثلاً دَین ایک ہزار روپے تھا اور مال مرہون کی قیمت بارہ سو روپے تھی تو سمجھا جائے گا کہ دَین ادا ہوگیا،،دو سو روپے کی ذمہ داری مرتھن پر نہ ہوگی۔40

دوسرے فقہاء کے نزدیک اگر اسکی تعدی کے بغیر مال مرہون ضائع ہوا ہے تو مطلقاً مرتہن پر اس کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔41

اگر مال مرہون کے ضائع ہونے میں مرتھن کی تعدی کو دخل ہو تو اس کا مثل اور اگر وہ مثلی چیز نہ ہو تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔42

۱۰۔۔مال مرہون میں ہونے والا ایسا اضافہ جو خود اسی سے پیدا ہوا ہو، رہن ہی میں شمار ہوگا اور اس سے بھی مرتہن کا حق متعلق ہوگا اور ایسا اضافہ جو خارجی طور پر حاصل ہوا ہو جیسے اجرت و کرایہ یا زراعتی پیداوار۔ یہ خالص راہن کا حق ہوگا اور اس سے رہن کے احکام متعلق نہ ہونگے۔43

رہن کے معیشت پر اثرات: رہن کا براہ راست معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی رھن سرمایہ کاری کا کوئی ذریعہ ہے جس کی وجہ سے معیشت پر براہ راست اثر پڑتا ہو، بلکہ رہن تو در حقیقت قرض اور دَین کے معاملات کو پشت پناہی دینے والا ایک معاملہ ہے۔ہاں قرض اور دَین ایسے معاملات ہیں جن کا معیشت کے ساتھ تعلق ہے، معیشت پر مثبت یا منفی طریقے سے اثرانداز ہو سکتے ہیں۔

یہ الگ بحث ہے کہ کہاں قرض یا ادھار کے معاملات معیشت پر مثبت طریقے سے اثرانداز ہوتے ہیں؟ اور کہاں معیشت کے لیے نقصان دہ ہیں؟ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ جہاں قرض کی وجہ سے معیشت کو فائدہ پہنچ رہا ہو تو یہ فائدہ رھن کے بغیر ناقص ضرور ہوگا، کیونکہ رہن کے بغیر قرض دینے والا کھل کر قرض نہیں دے سکے گا۔اس کو مختلف خدشات کا خوف ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یا تو قرض دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا یا پھر بڑے ناقابل برداشت قسم کی شرائط کے ساتھ قرض دینے کے لیے تیار ہوگا جس کی وجہ سے اس قرض کی افادیت میں یقیناً کمی واقع ہوگی۔ لیکن اگر اسی قرض والے معاملے کو رھن کی وجہ سے مضبوط اور محفوظ کیا جائے تو قرض دینے والے کو قرض دینے میں جھجھک اور تامل نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کی طرف سے ایسی شرائط لگائی جا سکیں گی جو ملک کی معیشت کے لیے نقصان دہ ہوں۔

اسلامی بینکوں میں رہن کی تطبیق: اسلامی بینکوں میں تمویل کا بڑا ذریعہ آجکل مرابحہ فائنانسنگ ہے۔ مرابحہ دراصل عقد بیع ہی ہے، لیکن بینکوں میں مرابحہ کی ادائیگی چونکہ ادھار ہوتی ہے اور بعد میں کی جاتی ہے، اسلئے بائع (بینک) کو اس بات کا خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشتری (کلائنٹ) پیسوں کی ادائیگی نہ کرے یا بروقت نہ کرسکے۔اپنی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے بینک اپنے کلائنٹ سے سیکورٹی کا مطالبہ کرتا ہے، یہ سیکورٹی عموماً رہن کی صورت میں ہوتی ہے، جس میں عموماً جائیداد کے کاغذات وغیرہ بطور رہن رکھوائے جاتے ہیں ،البتہ اس سیکورٹی کے بارے میں چند بنیادی اصولوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

۱۔۔ رہن کا مطالبہ صرف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جبکہ معاہدے کی وجہ سے کوئی قرض یا ذمہ داری وجود میں آچکی ہو، ایسے شخص سے رہن یا سیکورٹی کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا ہے جس پر ابھی تک کوئی قرض نہیں یا اس نے کسی ذمہ داری کو قبول نہیں کیا، یعنی رہن والا معاملہ اس وقت ہوسکتا ہے جب بینک متعلقہ چیز کلائنٹ کو ادھار قیمت پر بیچ دے، جس سے دونوں میں قرض خواہ اور مقروض کا تعلق قائم ہوجائے۔

کلائنٹ اگر اس مرحلے سے پہلے رہن یا سیکورٹی دینا چاہے تو دے سکتا ہے، لیکن یہ اس وقت درست ہوگا جب مرابحہ کی

قیمت متعین ہو۔اس صورت میں اگر بینک رہن پر قبضہ کرلیتاہے تو یہ اس کے ضمان (Risk) میں ہوگا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر رہن میں رکھی ہوئی چیز عملاً بیع منعقد ہونے سے پہلے تباہ ہو جاتی ہے تو بینک کلائنٹ کو اس رہن رکھے ہوئے اثاثے کی قیمت بازاری قیمت ادا کرے گا اور مرابحہ کا معاہدہ منسوخ کر دے گا، یا مطلوبہ چیز تو کلائنٹ کو بیچ دے گا لیکن اس کی قیمت میں سے رہن کیے ہوئے اثاثے کی بازاری قیمت کے برابر کمی کرے گا۔

۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ بیچی گئی چیز ہی بائع (بینک) کو بطور توثیق (رہن) دے دی جائے لیکن بعض علماء کے نزدیک ایسا کرنا اس وقت درست ہوگا جب خریدار اس خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر چکا ہو۔ مطلب یہ کہ پہلے خریدار اس چیز پر حسی یا معنوی قبضہ کرے گا پھر وہ دوبارہ بائع (بینک) کو بطور رہن دے دے گا تاکہ رہن کا عقد بیع کے عقد سے ممتاز ہو جائے۔

مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ قدیم فقہاء نے پہلے قبضہ کرکے پھر بطور رہن دینے کی شرط نقد سودوں میں لگائی ہے ادھار بیع میں نہیں۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ کلائنٹ خریدی ہوئی چیز بطور رہن دینے سے پہلے اس پر خود قبضہ کرے، شرط صرف یہ ہے کہ یہ تعین کرلیا جائے کہ یہ جائیداد کس وقت سے رہن شدہ تصور ہوگی۔ اس لیے کہ اب یہ جائیداد بائع (بینک) کے قبضے میں مختلف حیثیت سے ہوگی۔

مثال کے طور پر یکم جنوری کو "الف" نے "ب" کو ایک کار ۵ لاکھ روپے میں بیچ دی، قیمت ۳۰ جون کو ادا کی جائے گی۔ "الف" نے "ب" سے سیکورٹی (رہن) کا مطالبہ کیا تاکہ قیمت کی بروقت ادائیگی یقینی ہو سکے۔ "ب" نے ابھی تک کار پر قبضہ نہیں کیا وہ "الف" کو یہ پیشکش کرتا ہے کہ وہ ۲ جنوری سے اس کار ہی کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لے، اگر یہ کار ۲ جنوری سے پہلے ہلاک ہو گئی تو بیع فسخ ہو جائیگی اور "ب" کے ذمے کسی چیز کی ادائیگی نہیں ہوگی، البتہ یہاں وہ اصول لاگو ہونگے جو رہن رکھی ہوئی چیز کے ہلاک ہونے کی صورت میں متعین ہیں۔

حنفیہؒ کے نزدیک کار کی بازاری قیمت اور طے شدہ قیمت میں جو فرق ہو، اس حد تک بائع (بینک) کار کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا، لہٰذا اگر کار کی بازاری قیمت ساڑھے چار لاکھ روپے ہے جبکہ طے شدہ قیمت پانچ لاکھ روپے تھی تو بائع خریدار سے صرف باقی ماندہ قیمت یعنی پچاس ہزار کا مطالبہ کر سکتا ہے اور ساڑھے چار لاکھ کا نقصان بائع کا سمجھا جائے گا۔

اگر بازاری قیمت اور طے شدہ قیمت دونوں برابر ہیں یعنی پانچ لاکھ ہیں تو اس صورت میں بائع خریدار سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ سارا نقصان بائع کا سمجھا جائے گا، اور اگر بازاری قیمت طے شدہ قیمت سے زائد ہو مثلاً مارکیٹ قیمت ۶ لاکھ روپے ہو اور طے شدہ قیمت ۵ لاکھ روپے ہو تو ہلاک ہونے کی صورت میں ۵ لاکھ کا تو بائع ضامن ہوگا، لہٰذا ۵ لاکھ جو اس نے خریدار سے لینے تھے ختم ہوگئے اور زائد ایک لاکھ روپے کی مالیت اس کے پاس امانت ہے۔ اگر بغیر تعدی کے ہلاک ہوئی ہے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہے، لہٰذا خریدار بھی اس ایک لاکھ روپے کا بائع سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ تعدی ثابت ہو جائے تو وہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

مذکورہ مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ "الف" کے کار پر بحیثیت بائع قبضے کے جو احکام مرتب ہونگے وہ ان احکام سے مختلف ہونگے جو "الف" کے کار پر بحیثیت مرتہن قبضے پر مرتب ہونگے، اس لیے ضروری ہے کہ اس وقت کی تعین ہو جائے جب سے یہ کار "الف" کے پاس بحیثیت مرتھن مقبوض ہو، ورنہ حیثیت کا صحیح تعین نہیں ہوگا جس کی وجہ سے تنازع اور اختلاف کا

امکان ہے نیز اس کی وجہ سے رہن اور سیکورٹی والا معاملہ درست نہیں ہوگا۔44

یہاں اس بات کالحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جب بائع (بینک) کلائنٹ سے گارنٹی یا سیکورٹی کے طور پر کسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھ لے تو اس مرہون شے سے منتفع ہونا اس کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں، اس لیے کہ رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا بھی سود کی ایک صورت ہے، ہاں اگر وہ چیز بائع (بینک) کے پاس اس لیے رکھی ہوئی ہو تاکہ مشتری اس رہن کی وجہ سے اپنے وقت پر دَین ادا کرنے کا اہتمام کرے، البتہ اگر مشتری وقت مقررہ پر دَین ادا کرنے سے قاصر ہو جائے تو پھر بائع (بینک) اس چیز کو بیچ کر اپنا دَین وصول کرلے لیکن عقد کے وقت جو قیمت مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ وصول کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ لہٰذا اگر اس شے مرہون کے بیچنے سے اتنی رقم وصول ہوئی ہو کہ بائع (بینک) اپنا دَین وصول کرنے کے بعد بھی کچھ رقم بچ جائے تو وہ بچی ہوئی رقم مشتری کو واپس لوٹانا ضروری ہے۔ اور جس طرح مشتری کے لیے اپنی مملوکہ اشیاء کو رہن رکھوانا جائز ہے، اسی طرح ان اشیاء کی صرف دستاویزات اور کاغذات کو رہن رکھوانا بھی جائز ہے۔45

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ "رہن" ایک عقد توثیق ہے جس کے ذریعے دُیون اور حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور باقاعدہ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ اس کے باقاعدہ اپنے ارکان، شرائط اور احکام ہیں۔ ان شرائط اور احکام کی روشنی میں رہن کو اسلامی بینکوں میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہاں بھی دَین یعنی ادھار کے معاملات ہو رہے ہوتے ہیں، البتہ اگر رہن کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو پھر یہ معاملہ خطرناک قسم کے نقصان کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے مثلاً رہن کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ "رہن" سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی شخص قرض یا دَین کے بدلے کسی سے کوئی چیز مثلاً زمین، دوکان، سونا، چاندی، گاڑی وغیرہ رہن رکھوادیں اور پھر ان مرھونہ اشیاء یعنی رہن میں رکھی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانا یعنی اپنے استعمال میں لانا شروع کردے تو اس شخص کو سود کا گناہ ہوگا۔ کیونکہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کل قرض جرّ نفعاً فھو ربا" یعنی ہر ایسا قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے۔ تو یہاں بھی مرھونہ اشیاء سے قرض کی وجہ سے نفع اٹھایا جارہا ہے جو یقیناً سود کی ایک قسم ہے اور اس سے ہمیں بچنا چاہئے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، ج ۴ ص ۴۰۶، ناشر: زم زم پبلشرز، اردو بازار کراچی، سن اشاعت: اگست ۲۰۰۷ء

Rahmani, Khalid Saifullah, Qamoos-ul-Fiqh, Volume;4, Page;406, Pubisher;Zamzam Publisher, Urdu Bazar, Karachi, Publishing Date and Year; August 2007

[2] سورۃالبقرہ،آیت نمبر:۲۸۳

Surah Al-Baqarah, Verse No; 283

[3] البخاری، محمد بن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه

البخاری، ج۱، ص۳۴۱ ،الناشر: دار طوق النجاة، باب من رھن درعہ

Al-Bukhari, Muhammad Bin Ismail Abu Abdullah Al-Bukhari Al-Ja'fi, Al-Jami-ul-Musnad-Us-Saheeh Al-Mukhtasar, From Actions, Sunnah And Days of the Holy Prophet (PBUH), Volume; 1, Page; 341, Publisher; Dar Tauq un Nujat, Chapter; Man Rahan Wara'hu

[4] المرغینانی، علی بن إبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، إبو الحسن برہان الدین (المتوفی: 593ھ)، الھدایہ مع الفتح ج ۱۰، ص ۱۳۵، الناشر: دار احیاء التراث العربی - بیروت –لبنان

Al-Murgheenani, Ali Bin Abi Bakar Bin Abdul Jaleel Al-Farghani Al Murgheenani, Abu-ul-Hassan Burhan-ud-Din (Died: 593 Hijri), Al-Hidayah Ma'alFatah, Volume; 10, Page; 135, Publisher; Dar Ihya-e-Turas al arabi, Beirut, Lebanon.

[5] الکاسانی، علاء الدین، إبو بکر بن مسعود بن إحمد الکاسانی الحنفی (المتوفی: 587ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۶ص۱۳۵، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، طباعت دوم؛ 1406ھ - 198

Al-Kasani, Allauddin, Abu Bakar Bin Masood Bin Ahmad Al-Kasani Al-Hanafi (Died: 587 Hijri), Bidaye-us-Sanaye' Fi Tarteeb-i-Sharaiy, Volume; 6, Page; 135, Publisher; Dar ul Kutubu ul Ilmiah, Second Edition; 1406 Hijri – 198

[6] بدائع الصنائع ج۶ص۱۳۵

Bidaye-us-Sanaye, Volume; 6, Page; 135

[7] ابن قدامہ، إبو محمد موفق الدین عبداللہ بن إحمد بن محمد بن قدامہ، المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، الشہیر بابن قدامہ لمقدسی (متوفی: 620ھ)

ناشر: مکتبہ قاہرۃ- تاریخ اشاعت: 1388ھ - 1968م، ج۴ص۲۴۹

Ibn-e-Qudamah, Abu Muhammad Mawfiquddin Abdullah bin Ahmad bin Muhammad bin Qudamah Al-Maqdasi Al-Dimashqi Al-Hanbali (Died: 620 Hijri), Publisher; Maktaba Qahira, Date of Publishing; 1388 Hijri – 1968, Volume; 4, Page; 249

[8] ابن رشد، إبوالولید محمد بن إحمد بن محمد بن إحمد بن رشد القرطبیّ الشہیر بابن رشد الحفید (المتوفی: 595ھ) بدایۃ المجتھد ج۲ص ۲۷۱

ناشر: دار الحدیث –القاہرۃ، تاریخ اشاعت: 1425ھ - 2004م

Ibn-e-Rushd, Abu al waleed Muhammad bin Ahmad bin Rushd al-Qurtubi (Died: 595 Hijri), Al-Mujtahid, Volume; 2, Page; 271, Publisher; Dar ul Hadith-Qahirah, Date of Publishing; 1425 Hijri – 2004

[9] بدائع الصنائع ج۶ص ۱۳۵

Bidaye-us-Sanaye; Volume; 6, Page; 135

[10] النووی، ابوزکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف النووی (المتوفی: 676ھ)، المجموع شرح المہذب، ج۱۳ص ۱۴۹، ناشر: دار الفکر

Al-Nowawi, Abu Zakariyya Muhayy-ud-Din bin Sharf al-Nowawi, (Died: 676 Hijri), al-Majmoo' Sharhul Mu'azzab, Volume; 13, Page; 149, Publisher; Dar ul Fikar

[11] جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی (المتوفی: 762ھ)، نصب الرایہ ج۴،ص۲۱۹، ناشر: دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ، جدۃ، سعودیہ، پہلی طباعت، 1418ھ/1997م

Jamaluddin Abu Muhammad Abdullah bin Yousuf bin Muhammad Al-zailee, (Died: 762 Hijri), Nasb-ur-Raih, Volume; 4, Page; 219, Publisher; Dar ul Qiblah Lis saqafatil islamiah, Jeddah, Saudi, First Edition; 1997

[12] لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، ھندیہ ج۵ ص ۴۳۵، ناشر: دار الفکر، دوسری طباعت، 1310ھ، عدد الاجزاء: 6

Lujnat ul Ulemae Nizamuddin al Balkhi, Hindi, volume; 5, Page; 435, Publisher; Dar ul Fikar, Second Edition; 1310 Hijri

[13] بدائع ج۶ص ۱۳۵

Bidaye, volume; 6, page; 135

[14] بدائع ج۶ص ۱۳۵

Bidaye, volume; 6, page; 135

[15] ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی (متوفی: 1252ھ) رد المحتار ج۵ ص۳۱۵، ناشر: دار الفکر-بیروت دوسری طباعت، 1412ھ - 1992م

Ibn-e-Aabideen, Muhammad Aameen bin Umar bin Abdul Aziz Aabideen al dimashqi al Hanafi, (Died: 1252 Hijri), Al-Mukhtar, volume; 5, page; 315, Publisher; Dar ul Fikar, Beirut, Second Edition; 1412 Hijri – 1992

[16] شرح المھذب ج۱۳، ص۲۰۳، المغنی ج۴ص۲۱۹

Sharh-ul-Muhazzab, volume; 13, page; 203, al-mughni, volume; 4, page; 219

[17] أبو العباس أحمد بن محمد الخلوتي، الشہیر بالصاوي المالکي (المتوفی: 1241ھ)، الشرح الصغیر ج۳ص ۳۲۳

Abu ul Abbas Ahmad bin Muhammad al-khaloti, (Died: 1241 Hijri), al-sharh us Sagheer, volume; 3, page; 323

[18] درمختار علی هامش الردج۵، ص۳۱۸

Durr-e-Mukhtar ala Hamish-e-rooj, volume; 5, page; 318

[19] الشرح الصغیر ج۳ص ۳۲۳

Al-sharh-us-Shagheer, volume; 3, page; 323

[20] الزحیلی، إ. د. ووهبه بن مصطفیٰ الزُحَیلِیّ، إستاذ ورئیس قسم الفقه الإسلامیّ واصوله، جامعه دمشق -، کلیة الشریعة، الفقه الاسلامی وادلته ج۵ص ۱۹۸، ناشر: دار الفکر- سوریا ـ دمشق

Al-Zuhaili, wahba bin Mustafa al-zuhaili, teacher and head fiqh ul islami, University of Damascus, Kuliya-tu-shariah, al-fiqh ul islami wa adilatuhu, volume; 5, page; 198, publisher; dar-ul-fikar, Syria, Damascus

[21] بدائع الصنائع ج۴ص ۴۲

Bidaye-su-Sanaye, volume; 4, page; 42

[22] درمختار ج۵ص ۳۱۷

Dur-e-Mukhtar, volume; 5, page; 317

[23] شامیہ ج۵ص ۳۰۸

Shamia, volume; 5, page; 308

[24] درمختار وردالمحتار ج۵ص ۳۰۹

Dur-e-Mukhtar wa rad-ul-Mukhtar, volume; 5, page; 309

[25] بدائع ج۶ص ۱۳۸

Bidaye, volume; 6, page; 138

[26] بدائع ج۶ص ۱۴۱

Bidaye, volume; 6, page; 141

[27] ردمختار علی هامش الردج۵ص ۳۲۴

Radd-e-Mukhtar ala Hamish-e-rooj, volume; 5, page; 324

[28] عثمانی، محمد تقی، فقہی مقالات ج۱، ص ۹۳تا۹۶، میمن پبلشرز کراچی

Usmai, Muhammad Taqi, Fiqhi Maqalat, Volume; 1, page; 93 to 96, Memon Publishers, Karachi

[29] بدائع ج ۶ ص ۱۴۵

Bidaye, volume; 6, page; 145

[30] بدائع ج ۶ ص ۱۴۶

Bidaye, volume; 6, page; 146

[31] ھندیہ ج ۵ ص ۴۵

Hindiah, volume; 5, page; 45

[32] ھندیہ ج ۵ ص ۴۵

Hindiah, volume; 5, page; 45

[33] بدائع ج ۶ ص ۱۴۶

Bidaye, volume; 6, page; 146

[34] بدائع ج ۶ ص ۱۴۶

Bidaye, volume; 6, page; 146

[35] ردالمختار ج ۵ ص ۳۱

Rad-ul-Mukhtar, volume; 5, page; 31

[36] صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۵۱۲، باب الرھن مرکوب ومحلوب

Saheeh Bukhari, Hadith Number; 2512, Chapter; Al-Rahnu Markoob wa Mahloob

[37] المغنی ج ۴ ص ۲۵۰

Al Mughni, volume; 4, Page; 250

[38] ردالمختار ج ۵ ص ۳۲۷

Rad-ul-Mukhtar, volume; 5, page; 327

[39] ھندیہ ج ۵ ص ۴۲۷

Hindiah, volume; 5, page; 427

40بدائع ج٦ص ١٦٠

Bidaye, volume; 6, page; 160

41بدایۃالمجتھد ج٢ص ٢٨٣

Bidayat ul Mujtahid, volume; 2, page; 283

42بدائع ج٦ص ١٦٣

Bidaye, volume; 6, page; 163

43بدائع ج٦ص ١٥٢

Bidaye, volume; 6, page; 152

44عثمانی، محمد تقی،اسلامی بینکاری کی بنیادیں، ص ١٣٣مکتبہ العارفی،فیصل آباد پاکستان

Usmai, Muhammad Taqi, Roots of Islamic Banking, page; 133, maktaba al-arfi, Faisalabad, Pakistan

45عثمانی، محمد تقی،اسلام اور جدید معاشی مسائل ج٣،ص،٩٦ناشر؛ادارہ اسلامیات

Usmani, Muhammad Taqi, Islam and Latest Economic Problems, volume; 3, page; 96, Publisher; Idarah Islamiat.